ترجمۃ القرآن

قسط ۴

از: شیخ الحدیث مولانا عبدالعزیز علوی

القرآن

قرآن کا لغوی معنی اور مادہ اشتقاق

قرآن کے متعلق اس مسئلہ میں علماء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے کہ وہ مشتق ہے یا غیر مشتق۔ اگر مشتق ہے تو مہموز ہے یا غیر مہموز

۱۔ امام شافعی کے نزدیک یہ غیر مشتق ہے اور علم مرتجل ہے یعنی ابتدا ہی سے الکلام المعجز المنزل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے بطور علم وضع کیا گیا ہے جس طرح موسی علیہ السلام پر اترنے والی کتاب کا نام التوراۃ تھا اور حضرت عیسٰی علیہ السلام پر نازل ہونے والی کتاب الانجیل ہے۔ اسی طرح حضور اکرم ﷺ پر اترنے والی کتاب کا نام القرآن ہے۔

جو حضرات اس کو مشتق مانتے ہیں ان میں بھی اختلاف ہے کہ یہ مہموز ہے یا غیر مہموز۔

۲۔ ابوزکریا یحی بن الزیاد الفراء کے نزدیک قرآن کا نون اصلی ہے اور یہ قرائن سے مشتق ہے جو قرینۃ کی جمع ہے کیونکہ اس کی آیات آپس میں مشابہ ہیں گویا ایک دوسرے کا قرینہ ہیں۔

۳۔ ابوالحسن علی بن اسماعیل الاشعری اور ان کے ہمنوا کہتے ہیں کہ یہ قرن الشیَ بالشیَ سے مشتق ہے جس کا معنی ہے ایک چیز کو دوسری چیز سے ملانا۔ کیونکہ سورتوں

اور آیات کا آپس میں ملاپ ہے لیکن یہ تینوں اقوال اس لفظ کے مواقع استعمال اور قواعد اشتقاق سے دور ہیں۔

بہتر اور مختار قول یہی ہے کہ لفظ قرآن مہموز ہے اگر کبھی ہمزہ حذف کیا جاتا ہے تو یہ تخفیف کے پیش نظر ہوتا ہے۔ مہموز ہونے کی صورت میں اس کے بارے میں دو قول ہیں۔

۱۔ ابواسحاق ابراہیم بن السری الزجاج یہ القراء بمعنی الجمع سے فعلان کے وزن پر مصدر ہے عربی محاورہ ہے قرء الماء فی الحوض۔ حوض میں پانی جمع کیا ہے یا قرء الکتائب لشکر جمع کئے۔ کیونکہ یہ کتب سابقہ کے تمام علوم و ہدایات کا جامع ہے یا تمام علوم ہدایت کے نتائج و ثمرات کا جامع ہے جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے

نزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شی

ہم نے آپ پر کامل کتاب اتاری ہے جو ہر چیز کو بیان کر رہی ہے۔

۲۔ ابوالحسن علی بن حازم اللحیانی کے بقول یہ قرء بمعنی تلا پڑھنا سے مشتق ہے غفران و کفران اور شکران کے وزن پر مصدر ہے جبکہ مصدر مفعول یعنی مقرو کے معنی میں ہے جیسے خلق بمعنی مخلوق اور لفظ بمعنی ملفوظ استعمال ہوتا ہے اور یہ قرآن کا مترادف و ہم معنی ہے قواعد اشتقاق اور اس لفظ کے مواقع استعال سے آخری قول کی تائید و تصویب ہوتی ہے قرآن مجید میں ہے

ان علینا جمعہ و قرآنہ فاذا قرانہ فاتبع قرآنہ (سورۃ قیامہ)

بے شک اس کا جمع کرنا اور پڑھانا ہمارے ذمہ ہے پس جس وقت ہم اسے (جبریل کی زبان سے) پڑھیں تو اس کے پڑھنے کی پیروی کریں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ صحیح اور مختار رائے کی رو سے قرآن مہموز ہے کبھی

کبھار تخفیف کیلئے اس سے ہمزہ حذف کر دیتے ہیں اور اس پر ال تعریف کیلئے نہیں بلکہ اصل کی طرف اشارہ کرنے کیلئے داخل کر دیتے ہیں۔ جیسے الفصل پر اسی مقصد کیلئے ال داخل کیا گیا ہے۔

قرآن کا اصطلاحی معنی

یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے انسان کا کلام نہیں۔

لفظ کلام کا استعمال دو معنی میں ہوتا ہے۔ (۱) مصدری معنی میں یعنی تکلم گفتگو کرنا۔ بولنا۔ (۲) حاصل مصدر کے معنی میں یعنی متکلم بہ گفتگو بول جو الفاظ منہ سے نکلتے ہیں۔

ائمہ متکلمین کے ہمنوا یا ان سے متاثر لوگ کلام کی دو قسمیں پیش کرتے ہیں۔ (۱) کلام لفظی۔ (۲) کلام نفسی)۔ کلام کا لفظ چونکہ دو معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے ہر قسم کی دو صورتیں بن جاتی ہے۔

(الف) کلام لفظی بمعنی مصدر۔ (ب) کلام لفظی بمعنی حاصل مصدر۔ (ج) کلام نفسی بمعنی مصدری۔ (د) کلام نفسی بمعنی حاصل مصدر۔

اس طرح کلام کی چار صورتیں یا قسمیں بن جاتی ہیں۔ جن کی تعریف مندرجہ ذیل ہے اور یہ تعریف انسانی کلام کی ہے۔

۱۔ انسانی کلام لفظی بمعنی مصدری:۔ انسان کا اپنی زبان اور دوسرے مخارج کو جو حروف و کلمات کی ادائیگی میں زبان کے معاون بنتے ہیں حرکت دینا

تحریک الانسان لسانہ و مایساعدہ فی اخراج الحروف من المخارج

۲۔ انسانی کلام لفظی بمعنی حاصل بالمصدر:۔ یعنی وہ الفاظ و کلمات جو انسان اپنے منہ سے نکالتا ہے۔ اور وہ دوسرے کو سنائی دیتے ہوں۔

الكلمات المنطوقة التى هى كيفية الصوت الحسى

مثلاً ایک انسان کوئی گفتگو کرنا چاہتا ہے۔ تو کلمات کی ادائیگی کیلئے زبان اور مخارج کو حرکت دینا مصدری معنی ہوگا اور زبان سے ادا کرنے کی صورت میں جو کلمات دوسرے کو سنائی دیتے ہیں یہ بمعنی حاصل بالمصدر ہوگا۔

۳۔ انسانی کلام نفسی بمعنی المصدری:۔ انسان کا گفتگو کرنے کیلئے سوچ و بچار کے ذریعے اپنے ذہن میں کلام کا تیار کرنا اور اس کو ترتیب دینا ہے

تحضير الانسان فى نفسه بقوته المتكلمه الباطنه للكلمات التى لم تبرز الى الجوارح

۴۔ انسانی کلام نفسی بمعنی الحاصل بالمصدر:۔ وہ الفاظ و کلمات جو ذہن میں مرتب کئے گئے ہیں جو زبان سے ادا ہو جانے کی صورت میں گفتگو اور بول کہلاتے ہیں۔

تلك الكلمات النفسية والالفاظ الذهنية المرتبة ترتيبا ذهنيا منطبقا عليه الترتب الخارجى

کلام نفسی کو آپ مثال سے یوں سمجھ سکتے ہیں کہ قرآن مجید میں حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں آیا ہے۔

فاسرها يوسف فى نفسه و لم يبدها لهم قال انتم شر مكانا

حضرت یوسف نے بات کو جی میں چھپایا۔ دوسروں کے سامنے اس کو ظاہر نہیں کیا۔ جی میں کہا تم بہت برے لوگ ہو۔

انتم شر مکانا کے الفاظ کا ذہن میں استحضار اور ان کی ذہنی ترتیب قائم کرنا کلام نفسی بمعنی المصدری ہے اور یہ کلمات جو ذہن میں مرتب کئے گئے۔ کلام نفسی

بمعنی الحاصل بالمصدر ہے۔

اس کلام کا زبان و مخارج سے ادا کرنا کلام لفظی بمعنی المصدری اور یہ کلام انتم شر مکانا جو خارج میں موجود ہیں اور زبان سے نکل گیا یہ کلام لفظی بمعنی الحاصل بالمصدر ہے۔ کلام لفظی پر کلام کا اطلاق حقیقی ہے اور کلام نفسی پر اطلاق مجازی ہے اس لئے بعض احادیث میں کلام نفسی کے کلام ہونے سے انکار کیا گیا ہے صحیح حدیث ہے کہ

ان اللہ تجاوز لامتی عما حدثت بہ انفسھا مالم تتکلم بہ اوتعمل بہ

اللہ تعالیٰ نے میری امت سے جو بات اس کے جی میں پیدا ہو اس سے در گزر فرمایا بشرطیکہ وہ اس کو زبان پر نہ لائے یا اس کے مطابق عمل پیرا نہ ہو۔

متکلمین نے انسانی کلام کو چار قسموں میں تقسیم کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے کلام کو بھی چار قسموں میں تقسیم کر ڈالا ہے۔ حالانکہ کلام نفسی، مجاز الکلام ہے حقیقت کے اعتبار سے کلام نہیں ہے اسی لئے اس پر مواخذہ نہیں ہے اور بالفرض اگر اس کو کلام تسلیم بھی کر لیا جائے تو یہ انسانی کلام کی تقسیم ہو گی خدائی کلام کو انسانی کلام پر قیاس کرنا، قیاس مع الفارق ہے اور یہ اس کی صفت کلام کو انسانی صفت سے تشبیہ دینا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے پاک و منزہ ہے۔ اس کا فرمان ہے

لیس کمثلہ شی وھو السمیع البصیر

جس طرح اس کی سمع و بصر کو انسانی سمع و بصر پر قیاس نہیں کیا جا سکتا یا انسانی سمع و بصر سے تشبیہ نہیں دی جا سکتی اسی طرح اس کی صفت کلام کو انسانی کلام کے مشابہ قرار نہیں دیا جا سکتا اور علی سبیل الفرض والتسلیم اگر کلام الہی میں یہ تقسیم

قبول کر بھی لی جائے تو قرآن پھر بھی کلام لفظی بمعنی حاصل بالمصدر کلام ہو گا۔ اس لئے متکلمین جب قرآن مجید کو معجزہ ثابت کرتے ہیں اور اس سے حضور اکرم ﷺ کی نبوت کا اثبات کرتے ہیں تو قرآن کو لفظی کلام قرار دینے پر مجبور ہو جاتے ہیں اور اس کی وہی تعریف کرتے ہیں جو اصولی، فقہاء، محدثین اور ادباء یعنی علمائے عربیت بیان کرتے ہیں۔

قرآن کی اصطلاحی تعریف

اصولیوں نے قرآن مجید کی بہت سی تعریفات کی ہیں۔ کیونکہ ہر ایک کی یہی خواہش تھی کہ اس کی تعریف جامع مانع ہو۔ تعریف کرتے وقت بعض اصولیوں نے قرآن کی تمام خصوصیات کو تعریف میں داخل کرنے کی کوشش کی۔ بعض نے اعتدال سے کام لیا۔ اور بعض نے ایجاز و اختصار کا راستہ اختیار کیا۔ ہم ہر قسم کی ایک ایک تعریف نقل کرتے ہیں۔

طویل تعریف:۔

الکلام المعجز، المنزل، علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم المتکوب فی المصاحف المنقول عنہ بالتواتر، المتعبد بتلاوتہ۔

معجز کلام جو حضور اکرم ﷺ پر اتارا گیا ہے مصحف میں تحریر شدہ ہے اور آپ سے تواتر کے ساتھ نقل ہوتا چلا آرہا ہے اور اس کی تلاوت کرنا عبادت ہے۔

اس تعریف میں قرآن مجید کے تمام بنیادی خصائص جمع کر دیئے گئے ہیں حالانکہ ان میں سے بعض اوصاف کا تذکرہ بھی جامع مانع تعریف بن سکتا ہے لیکن

تعریف سے اصل مقصود تبیین و توضیح ہے اس لئے طوالت کا راستہ اختیار کیا گیا ہے۔

درمیانی اور متوسط تعریف:۔

الکلام المنزل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم المکتوب فی المصاحف، المنقول عنہ بالتواتر

جو کلام نبی اکرم ﷺ پر اتارا گیا ہے مصاحف میں لکھا گیا ہے اور آپ سے تواتر سے منقول ہے۔

مختصر تعریف:۔

الکلام المنزل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا الکلام المعجز

اصولی عام طور پر یہ تعریف کرتے ہیں۔

الکتاب المنزل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم المنقول عنہ بالتواتر۔ المتعبد بتلاوتہ۔

الکتاب:۔ جنس ہے جو کتاب کو شامل ہو۔ کتاب آسمانی ہو یا غیر آسمانی۔ المنزل نص اول ہے۔ جس سے تمام غیر آسمانی یا انسانی کتب خارج ہو گئیں۔ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم نص ثانی سے قرآن کے سوا دوسری آسمانی کتب جو دوسرے انبیاء پر نازل کی گئی تھیں نکل گئیں۔ المنقول عنہ بالتواتر نص ثالث ہے جس سے منسوخ اور غیر متواتر قراءات خارج ہو گئیں۔ اور المتعبد بتلاوتہ سے احادیث قدسیہ اور غیر قدسیہ متواتر نکل گئیں۔